حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ

قسط ۴

کمیونزم سرمایہ داری اور اسلام

اشتراکیت ★ اکتنازیت ★ اسلامی اعتدالیت

معاشیات اسلام کا تفصیلی نظام

معاشیات کا تعلق چونکہ انسان سے ہے اور انسان مختلف پہلو رکھتا ہے۔ چونکہ انسان ایک شخصی وجود رکھتا ہے، اس لئے اس کا ایک پہلو انفرادیت[۱] کا ہے۔ اور اس لحاظ سے کہ ایک انسان کو دوسرے انسانوں سے اجتماعی تعاون کی ضرورت ہے۔ اس وجہ سے اس کا دوسرا پہلو اجتماعیت[۲] کا ہے۔ اس لحاظ سے کہ وہ زندہ مخلوق ہے۔ اور اسکی بقاء حیات کے لئے مخصوص اسباب کی ضرورت ہے۔ اس جہت سے وہ معاشیات[۳] کا موضوع ہے۔ پھر انسان چونکہ ایک روحانی مخلوق ہے۔ اس لئے وہ روحانیت[۴] کا بھی موضوع ہے۔ انسان ایک مخصوص فطرت رکھتا ہے، اس لحاظ سے وہ نفسیات[۵] کا موضوع ہے۔ انسان کو چونکہ کائنات اور خالق کائنات دونو سے تعلق ہے، اس لئے انسان کا ایک کائناتی پہلو[۶] ہے۔ اور ایک الٰہیاتی[۷] پہلو بھی۔ اب جو مفکر انسان پر صرف معاشی حیثیت سے غور کرے گا ــــ وہ خطرناک غلطی کا مرتکب ہوگا۔ جس طرح اگر کوئی انسان دل کا بھی مریض ہو اور معدے کا بھی، پھر دماغی مرض میں بھی مبتلا ہو۔ تو جو ڈاکٹر یا حکیم اگر اس کا علاج بحیثیت مریض قلب کرے گا۔ اور معدے اور دماغ کے مرض کو نظرانداز کرے گا تو ایسی صورت میں اس انسان کی ہمہ جہتی صحت یابی ناممکن ہے۔ اگر

انسانی اعضاء میں بلحاظ صحت باہمی ارتباط موجود ہے جسکی وجہ سے اسکی کلی صحت تمام اعضائی پہلوؤں کے ممکن علاج کرنے پر موقوف ہے۔ تو ایک انسان کا علاج بھی صرف معاشی نقطۂ نظر سے غلط ہے۔ جب تک اس انسان کا تمام پہلوؤں کے لحاظ سے علاج نہ کیا جائے۔ اشتراکی اور اکتنازی نظریات میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ ان مفکرین نے انسان کے صرف ایک پہلو (معاشی) پر نظر ڈالی اور باقی تمام پہلوؤں کو بالکل نظر انداز کیا۔ اس لئے الجھنیں بڑھتی گئیں، اور معاشی مسئلہ بھی حل نہ ہوا۔

اسلام کا ہمہ جہتی معاشی حل

اسلام چونکہ دین الٰہی ہے جسکو تمام انسانی پہلوؤں پر نظر ہے۔ اس لئے اس نے انسانی انفرادیت کو بھی قائم کیا۔ اور جائز طریقوں سے انسان کو رزق کمانے اور شخصی ملکیت برقرار رکھنے کی پوری آزادی دی اور کوئی طاقت اسکی اس فطری آزادی کو سلب کرنے کی مجاز نہیں۔ قرآن پاک کا اعلان ہے: ان لیس للانسان الا ما سعیٰ و ان سعیہ سوف یریٰ۔ ہر انسان اپنے جائز اکتساب مال کیلئے سعی کرنے میں آزاد ہے۔ اور اسکی کوشش کا ثمرہ صرف اسی کا حق ہے۔ بیہقی کی حدیث ہے کہ طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ۔ دینی فرائض کے بعد رزق حلال کمانا بھی انسان پر فرض ہے۔ اذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ، تو زمین میں تلاش معاش کے لئے پھیل جاؤ۔ ان ہدایات میں معاشی ضروریات کے لئے سعی و عمل کی دعوت ہے۔ اور عمل کا بڑا محرک فطرۃً شخصی ملکیت کا تصور اور اختصاص و انفرادیت کا جذبہ ہے۔ اس فطری امر کو اسلام نے برقرار رکھا، بلکہ ان ہدایات کے ذریعہ اسکو عمل پر ابھارا۔

اجتماعیت

لیکن انفرادیت کا تقاضا پورا کرنے کے بعد اسلام نے انسان کے اجتماعی پہلو کے متعلق بھی ہدایات دیں۔ اور اجتماعی دائرے کے فرائض سے بھی اس کو آگاہ کیا۔ اسلام نے انسان کو یہ تصور دیا کہ پوری انسانیت ایک برادری ہے اور ایک ہی کنبہ ہے۔ اور ایک ماں باپ کی اولاد ہے۔ یا ایھا الناس خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر۔ اے انسانو! میں نے تم سب کو ایک ماں باپ سے پیدا کیا۔ اور تمہاری قومیں اور ذاتیں بنائیں تاکہ ایک دوسرے کا حق پہچانو — روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۲ میں ہے کہ لیعرف بعضکم بعضاً فتصلوا الارحام وتبینوا الانساب والتوارث لا لتفاخروا الخ۔ یعنی یہ کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، اور حق قرابت ادا کرو اور انساب پہچان کر میراث کو اس کے مطابق تقسیم کرو۔ نہ اس لئے کہ تم

ایک دوسرے پر بڑائی جتلائے۔ بیہقی حضرت انسؓ سے مرفوعاً حدیث نقل کرتے ہیں: الناس عیال اللہ احب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ۔ تمام اولاد آدم اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ کو سب مخلوق میں وہی محبوب ہے، جو اس کے کنبہ کے ساتھ احسان کرے۔ وفی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم قابلِ تعریف وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ اور قانونی واجبات کے علاوہ اپنے اموال میں سے سائل اور بے مال کو مالی مدد دینا اپنے اوپر واجب سمجھتے ہیں۔ یہی تفسیر مجاہد ابن عباس سے روح المعانی میں مرقوم ہے۔

اب جو قومیں خواہ روس ہو یا امریکہ، وحدت بشری کے اس فطری اجتماعی مسئلہ کو نظرانداز کرے تو اس قوم کی ساری کوشش اس حیثیت سے ہوگی کہ روسی امریکی قوم سربلند ہو۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ باقی اقوام کو مغلوب اور مفلس اور قلاش بنا کر صرف ایک قوم کا پیٹ بھرنا اس کے پیش نظر رہے گا۔ اور اسکی وجہ سے عام معاشی عالمی حالت خراب ہو جائے گی۔ جیسے آجکل کا مشاہدہ ہے۔ کہ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق نصف انسانی آبادی روٹی سے محروم ہے۔

انسان کا روحانی پہلو

انسان ایک روحانی مخلوق بھی ہے۔ اگر اس کو اللہ سے ربط ہو۔ اور نتائج اعمال اور مکافاتِ عمل کا یقین ہو۔ تلبب، بخل، حرص، تکبر اور حبِّ ذات اور حبِّ قوم کی گندی آلائشوں سے پاک ہو تو اسکی اپنی معاشی حالت بھی ٹھیک ہوگی۔ اور دوسرے انسانی افراد کو بھی اس سے فائدہ پہنچے گا۔ اور کوئی دوسرا انسان اس کے ظلم کا شکار نہ ہوگا۔ لیکن اگر خود انسانی روح ناپاک ہو تو اس کا وجود دوسرے انسان کے لئے وبال ہوگا اور ہر وقت دوسرے انسان اس کے جانی و مالی مظالم کے تختۂ مشق بنتے رہیں گے، قوانین خواہ اچھے ہوں یا برے، لیکن ان کو نافذ کرنے والا بہر حال انسان ہی ہوگا۔ جب انسان کی روحانیت بگڑی ہوئی ہو۔ تو قوانین چاہے عادلانہ ہوں وہ کیا کر سکتے ہیں جسکی چشم دید دلیل دورِ حاضر کی بڑی طاقتیں ہیں۔ جو آئے دن ضعیف اقوام کو تباہ کر رہی ہیں۔ اور ان کو اقوام متحدہ نہ روک سکتی ہے، اور نہ زبان سے ظالم و جارح کو ظالم و جارح کہہ سکتی ہے۔ خود ویٹ نام میں امریکہ کی تباہ کن کاروائی اور عرب کے خلاف بڑی طاقتوں کے اشارہ پر یہود کے مظالم اس امر کی واضح دلیل ہیں۔ کہ اقوام متحدہ کو زبانی اور قلم ہلانے کی بھی یہ ہمت نہیں کہ برے کو برا کہہ سکیں۔ قرآن نے صحیح فرمایا: قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا۔ کامیاب ہوا وہ انسان جو روح کو پاک کرے، اور ناکامیاب ہے وہ انسان جس نے اغراض و مصالحِ دنیوی کی گندگی سے روح کو آلودہ کیا۔

انسان کا نفسیاتی پہلو

انسانی نفس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قدرت نے انسان میں مال کی محبت رکھی ہے، جسکی حکمت یہ ہے۔ کہ اگر انسان میں

کلیۃً حب مال نہ ہو تو وہ طلب مال چھوڑ دے گا۔ جس سے دنیا کی رونق بھی ختم ہو جائے گی اور چونکہ مال ہی سے انسانی زندگی قائم ہے۔ پس مال اگر نہ ہو تو خود انسان بھی ختم ہو جائے گا، یہی وہ فطری محبت ہے جسکو قرآن ان بلیغ الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذلک متاع الحیوٰۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المآب۔ اس آیت میں دنیوی محبوبات کی پوری تفصیلی فہرست بیان کی گئی کہ انسان کو فطرۃً انسانوں میں سے بیویوں اور اولاد سے محبت ہے۔ اور جمادات میں سونے چاندی کے انباروں سے اور حیوانات میں عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں سے اور نباتات میں سے کھیت اور فصلوں سے۔

دوسری آیت میں یہ بتایا گیا کہ انسان مال کی محبت میں حد سے زیادہ حریص اور شدید ہے۔ انہ لحب الخیر لشدید۔ اس لئے معاشی نظام کی درستی کے لئے انسان کے اس نفسیاتی جذبہ کی اصلاح اور اسکو اعتدال پر لانا ضروری ہے۔ جس کے لئے اسلام نے مندرجہ ذیل ہدایات دیں۔

١۔ مذکورہ فہرست کے بعد قرآن کا ارشاد ہے: ذلک متاع الحیوٰۃ الدنیا واللہ عندہٗ حسن المآب۔ یہ مذکورہ چیزیں چند روز فائدہ اٹھانے کا سامان ہیں۔ اور اللہ کے پاس وہ چیز ہے جو انجام حیات کے لحاظ سے بہت عمدہ ہے۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوا: بل تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا والآخرۃ خیر وابقیٰ۔ اس دور حیات کے فوائد کو تم ترجیح دیتے ہو۔ اور زندگی کا اصلی آخری دور عمدگی میں دنیا سے بڑھ کر ہے، اور پائدار بھی ہے۔ قرآن چونکہ خدائے حکیم کا کلام ہے۔ اس لئے وہ نفسیاتی گر سے واقف ہے۔ کہ مال اور دنیوی فوائد کی فطری محبت توڑی نہیں جا سکتی، البتہ موڑی جا سکتی ہے۔ یعنی اس محبت کا ازالہ نہیں ہو سکتا، البتہ امالہ ہو سکتا ہے۔ یعنی اس محبت کا رخ ایک بڑے محبوب کی طرف پھیرا جا سکتا ہے۔ اس لئے قرآن نے گذشتہ آیات میں دنیوی نعمتوں کا اخروی نعمتوں کے ساتھ موازنہ کیا۔ کہ اخروی نعمتوں میں بلحاظ انجام حسن ہے۔ لیکن دنیوی نعمتوں کا انجام فنا ہے اور اخروی نعمتیں دنیوی نعمتوں کی بہ نسبت بہتر ہیں۔ اور یہ بہتری اگرچہ لامحدود ہے۔ لیکن اگر ان دونوں کے تفاوت کو پتھر اور سونے کے درمیان جو تفاوت ہے اس کے مماثل قرار دیا جائے۔ تو بھی کوئی عاقل سونے پر پتھر کو ترجیح نہیں دے گا۔ اور نہ سونے سے پتھر کو زیادہ محبوب سمجھے گا۔ اور دوسرا موازنہ دوام اور البقاء ہونے کا موازنہ ہے۔ اگر کسی عاقل کو کہا جائے کہ تم اگر چاہو تو میں تم کو ایک من پتھر چند دن کیلئے دونگا، اور پھر واپس لوں گا۔ اور اگر چاہو تو ایک من سونا ہمیشہ کیلئے دونگا تو یقینی بات

ہے۔ کہ چند روز کیلئے پتھر حاصل کرنے کی نسبت دوامی طور پر ایک من سونا کا مالک بن جانے کو زیادہ محبوب جانے گا۔ اس لئے اسلام نے اپنے ماننے والوں کا رخ دنیا سے آخرت کی محبوبات کیطرف پھیر کر انسان کے اس حرص دنیا و لالچ کا خاتمہ کر دیا۔ جس سے انسان کی معاشی حالت پر ضرب پڑتی تھی۔

۲۔ دوسری طرف اسلام نے یہ ہدایت دی کہ انسان کے تمام مفاسد کی جڑ حُبِ دنیا ہے۔ ظلم اور دوسرے انسانوں کی حق تلفی، چوری ڈاکہ، سود، رشوت، خیانت، بے اصولی ان سب کا اصلی سبب حُبِ دنیا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: حُبّ الدنیا راس کل خطیئۃ۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: امّا من طغیٰ واٰثر الحیٰوۃ الدنیا فانّ الجحیم ھی الماویٰ۔ جس نے ظلم اور سرکشی اختیار کی۔ اور دوسروں کا حق مارا اور آخرت کی پائیدار اور محبوب زندگی پر دنیا ئے فانی کی حقیر زندگی کو ترجیح دی۔ تو اس نے جحیم اور دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنایا۔ الغرض ان ہدایات نے معاشی لوٹ کو ختم کیا۔ اور انسانی محبت مال کو اپنے دائرہ کے اندر رکھا۔

۳۔ حُبِ مال جو انسانی معاشرہ کیلئے منبع فساد ہے، اس کے ازالہ کے لئے عملی مشق کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے اسلام نے ایسے عملی قوانین عطا کئے۔ کہ انسانی حرص اور حُبِ مال اس کی عملی مشق کی وجہ سے مغلوب ہو اور اس میں بنی نوع انسان پر مال صرف کرنے کی عادت پختہ ہو جائے اس کے لئے قانونِ زکوٰۃ کے تحت اموالِ تجارت میں نصاب اور سال گزر جانے کی شرط کے تحت اڑھائی فیصد محتاج طبقہ پر صرف کرنا لازم قرار دیا۔ اسی طرح زمینی پیداوار میں اگر آبپاشی آسان ہو تو اس کا دسواں حصہ اور اگر مشکل ہو تو بیسواں حصہ محتاجین کا لازمی حق قرار دیا گیا۔ اس طرح مخصوص جرائم کے کفارہ کیلئے قانون نافذ کیا۔ کہ اگر روزہ توڑے یا بیوی کو یہ کہہ دے کہ تو میرے لئے ایسی ہے جیسے ماں کی پشت تو ساٹھ محتاجوں کو دو وقت کھانا یا کپڑے دینے پڑیں گے۔ اسی طرح اگر قسم توڑ دے تو اس کے کفارے میں دس محتاجوں کو کھانا یا کپڑا دینا واجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اسلام نے صدقاتِ نافلہ کی ترغیب دی بلکہ اس میں اس حد تک ہدایت دی۔ کہ جو کچھ ضرورت سے زائد ہو۔ اس کو محتاجوں پر تقسیم کرو۔ ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔ آپ سے سوال کرتے ہیں۔ کہ محتاجوں پر کس قدر خرچ کریں۔ کہہ دو کہ جس قدر مال ضرورت سے زائد ہو۔

انسان کا کائناتی پہلو انسان کو اس لحاظ سے بھی دیکھنا ضروری ہے۔ کہ وہ کل کائنات کا ایک اہم جزو ہے۔ جزو ہونے کے لحاظ سے بھی اس کے فرائض

ہیں۔ وہ یہ کہ وہ کائنات کے لئے موجبِ تعمیر ہو نہ موجبِ تخریب، انسان دورِ حاضر کائنات کے لئے تخریب کا سبب ہے۔ اگرچہ اس نے تعمیرِ کائنات میں بھی حصہ لیا، اور لے رہا ہے۔ لیکن اس کی تخریب تعمیر پر غالب ہے۔ بالخصوص اس ایٹمی دور میں جبکہ انسانِ جدید نے نہ صرف اہلاکِ انسان بلکہ اہلاکِ نباتات و عمارات، فسادِ آب و ہوا کے لئے وہ خطرناک سامان تیار کئے۔ کہ صرف ایک میزائیل تین کروڑ انسانوں کی تباہی کے لئے کافی ہے۔ اور ایک جراثیمی بم جو تین چھٹانک وزن کا ہے۔ برطانوی سائینسدان کی تحقیق کے مطابق تمام کرۂ ارض کی تباہی کے لئے کافی ہے۔ جس سے جاندار، بر و بحر، ہوا اور زمین کی قوتِ نامیہ سب تباہ ہو جائیں گے۔

یہ وہ حکمتِ تخریب ہے ؎

کشد گرد اندیشہ پرکار مرگ   ہمہ حکمتِ او پرستارِ مرگ

غیر سائینسی دور کے ہزاروں سالوں کی کائناتی تباہی سے دورِ سائینس کی ایک گھنٹہ کی تباہی زیادہ ہے۔ اس تباہی کا لازمی نتیجہ معاشی انحطاط ہے بلکہ اس سے ذرائع معاش اور ان ذرائع سے کام لینے والے انسان سب تباہ ہو جائیں گے۔ اور زمین کاشت کے قابل نہ رہے گی۔ اور پانی میں جراثیم پھیل کر انسانی عیش اور زندگی کا خاتمہ ہوگا۔ اور جو چیزیں انسان کے لئے مدارِ حیات ہیں۔ وہ خاکستر کا ڈھیر بن جائیں گی ؎

ترقی مستقل وہ ہے جو روحانی ہوئے اکبر   اڑا جو ذرۂ عنصر وہ پھر سوئے زمین آیا

ولاتکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا۔ تم اس نادان عورت کی طرح مت بنو جو اپنی محنت سے مضبوط کاتے ہوئے سوت کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کرتی تھی۔

انسان کا الٰہی پہلو

انسان کلیۃً آزاد نہیں، وہ کائنات کے حاکمِ اعلیٰ کے ماتحت ہے۔ اس کے ہاتھ میں جس قدر معاشی اور غیر معاشی نعمتیں ہیں۔ وہ اسی حاکمِ اعلیٰ کی امانت ہے۔ اور اسی کے حکم کے تحت حاصل کی جائیں گی۔ اور اسی کے حکم کے ماتحت صرف ہوں گی۔ اس لئے اس نے اکتساب مال پر پابندی لگائی ہے۔ تاکہ سرمایہ دارانہ مفاسد پیدا نہ ہوں۔ وہ یہ ہے کہ مال حلال ذریعہ سے حاصل کیا جائے، نہ حرام ذریعہ سے۔ تاکہ سرمایہ دارانہ طغیان اور سرکشی پیدا نہ ہو۔ اس لئے اس نے ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ یعنی تم ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ۔ کہہ کر باطل کمائی کے تمام دروازے بند کئے، خواہ استحصال ہو، استحصال بالجبر ہو، رشوت و سود ہو، ظلم خیانت چوری ہو۔ یہ قانون اسلامی کی اکتسابی تحدید ہے۔ مجموعہ دولت چونکہ

مجموعہ افراد انسانی کا ذریعہ معاش ہے۔ اگر ایک انسانی طبقہ ناجائز ذرائع سے مال بڑھائے گا تو دوسرے طبقے میں اسی تناسب سے مال کی کمی پیدا ہوگی۔ کیونکہ ناجائز ذرائع کا استعمال دو انسانوں کے درمیان ہے۔ انسان اور غیر انسان کے درمیان نہیں۔ جب ایک طبقہ کے پاس ناجائز ذرائع سے مال آئے گا، تو جس انسان کے ساتھ اس نے ناجائز معاملہ کیا۔ اس کے پاس مال کی کمی پیدا ہوگی اور توازن معاشی بگڑ جائے گا۔

انفاقی تحدید | اسلام نے دوسری تحدید اور پابندی مال خرچ کرنے پر لگائی کہ وہ ناجائز کام میں صرف نہ ہو، جو تبذیر ہے۔ اور نہ بے ضرورت خرچ ہو، جو اسراف ہے۔ بلکہ خرچ میں اعتدال قائم رکھا جائے۔ ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربه کفورا۔ تم ناجائز کاموں میں مال صرف نہ کرو کہ ایسے لوگ شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان خدا کی نعمت کا ناشکر گذار ہے۔ دیکھئے! قرآن نے اس جرم کے لئے کس قدر سخت لفظ استعمال کیا۔ ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔ تم خرچ کے وقت نہ ہاتھوں کو گردن کے ساتھ باندھے رکھو کہ ضرورت پر بھی خرچ نہ کرو۔ اور نہ بہت پھیلا کر رکھو۔ کہ غیر ضروری اشیاء پر خرچ کرنے لگ جاؤ۔ پہلی صورت میں بخل کا الزام لگ کر رسوا اور ملامت زدہ ہو جاؤ گے۔ اور دوسری صورت میں خود غریب اور درماندہ ہو جاؤ گے۔ حدیث میں آیا۔ الاقتصاد نصف المعیشة۔ خرچ میں میانہ روی آدھی معیشت کو درست کرنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ البذاذة من الایمان۔ سادہ زندگی ایمان کی علامت ہے۔ خود حضور علیہ السلام خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور مقبول بارگاہ الٰہی نے سادہ زندگی گذاری۔ ان ہدایات کی حکمت یہ ہے کہ جب مال ناجائز محل میں یا بے جا صرف ہوگا۔ تو بچت نہ ہوگی اور وہ محتاج طبقہ پر کچھ صرف نہ کر سکے گا۔ اگر صرف بے جا کی وجہ سے، مال ہی نہ رہا تو غریب طبقہ کی خبر گیری کیسے کر سکے گا۔ اور محتاجوں پر خرچ کرنے کے لئے اس کا ہاتھ خالی ہوگا۔ اسلام چاہتا ہے کہ دولت کا رخ بے جا محل سے موڑ کر کار خیر، غرباء اور اشاعت دین کے کاموں کی طرف متوجہ کر دے۔ اور یہی چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے معاشی حالت میں بھی توازن پیدا ہوگا اور نیکی بھی پھیلے گی جس سے دنیا بھی سدھرے گی اور آخرت بھی۔ یورپ کے صرف بے جا کی تفصیل گذر چکی ہے۔ جو عدم توازن معاشی کا اصلی سبب ہے

تقسیم دولت | اسلام نے ایسے قوانین عطا کئے، جس سے زندگی میں بھی دولت زیادہ سے زیادہ حرکت کرے۔ اور مرنے کے بعد بھی۔ زندگی میں قانون خمس:

قانون زکوٰۃ، قانون عشر و نصف عشر و ربع عشر، قانون کفارات، قانون صدقۃ الفطر، قانون اداء نذور، عطاء سائل و محروم اور اعطاء زائد عن الضرورت ایسے قوانین ہیں جس سے دولت تقسیم ہوکر متحرک ہو جاتی ہے۔ اور معاشی سطح متوازن ہوجاتی ہے۔ ادیان عالم اور قوانین انسانیہ میں ایسے مکمل نظام کی نظیر موجود نہیں۔

انسان جب مرجاتا ہے، تو یورپ کے قانون میں اکبرالاولاد یعنی سب سے بڑا بیٹا یا بیٹی وارث ہوتے ہیں۔ گویا ایک سانپ خزانے سے ہٹا اور ایک دوسرا اس کی جگہ بیٹھ گیا۔ باقی رشتہ داروں کو صرف گزارہ دیا جاتا ہے۔ ہندوا اور منو دھرم شاستر میں صرف لڑکے وارث ہیں، لڑکیاں وارث نہیں۔ لیکن اسلام نے وراثتی تقسیم کا مکمل نظام مقرر کیا، کہ اس میں کل اولاد ذکور و اناث، بیویاں، والدین، بھائی بہنیں اور چچے بھتیجے سب حسب ترتیب مقرر حقدار ہوتے ہیں۔ جن کی تین قسمیں ہیں۔ ذوالفروض، عصبات، ذوالارحام وغیرہ۔ میں نے اپنی اردو تصنیف شرعی ضابطہ دیوانی میں اس کو مفصّل لکھا ہے۔ اگر مذکورہ ورثا موجود ہوں، تو پھر میّت کا کل ترکہ بیت المال میں تمام مسلمانوں کا حق بن جاتا ہے۔ یہ مختصر خاکہ ہے۔ جو ہم نے اسلامی معاشی نظام کے سلسلے میں پیش کیا۔

یورپ اور امریکہ نے آخرت اور دین کو تو چھوڑا صرف روٹی کی تقسیم کا مسئلہ ہاتھ میں لیا۔ لیکن اس تقسیم کا جو نتیجہ ہے۔ وہ ہم نے اس مقابلہ میں نقل کیا ہے۔ کہ اقوام متحدہ کی سماجی رپورٹ ہے کہ انسانوں کی نصف آبادی بھوکی اور امراض میں مبتلا ہے۔ قرآن نے اعلان کیا کہ نحنُ قسمنا بینھم معیشتھم۔ کہ روٹی کی تقسیم ہم نے کی ہے جس کی تفصیل ہم نے ابھی بیان کی اس لئے اسلام نظام معاشی کے دور میں نووی نے شرح مسلم میں تصریح کی ہے۔ کہ عمر بن عبدالعزیز مال کے لئے لوگوں کو بلاتے تھے۔ لیکن کوئی نہ آیا ـــــ تقسیم رزق کا کام تھا جب انسان ناقص نے اس کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ تو نصف دنیا بھوکی ہوگئی اور یہ یقینی بات ہے کہ جو کام کمشنر یا گورنر کے کرنے کا ہو اسکو کوئی چپراسی ہرگز انجام نہیں دے سکتا۔ تو آئین تقسیم رزق جو خدا کا کام ہے اسکو ضعیف انسان جو خدا سے بدرجہا کم اہلیت رکھتا ہے، کیسے انجام دے سکے گا۔ یورپ نے جب تقسیم رزق کا مسئلہ ہاتھ میں لیا۔ تو لوگوں کو امید تھی کہ اب روٹی کی فراوانی ہوگی۔ لیکن ہوا کیا۔ بقول اکبرؔ ـــ

تھے فکر میں کیک کے سو روٹی بھی گئی ـــ چاہی تھی بڑی چیز سو چھوٹی بھی گئی
اپنی تو ہوئی وہی مثل اے اکبرؔ ـــ پتلون کے فکر میں لنگوٹی بھی گئی

★